شریعت کی برتری جملہ آئین وقوانین پر

جناب ریاض الحسن نوری ۔ مشیر وفاقی شرعی عدالت

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم وآلہ واصحابہ اجمعین ۔ امابعد

موجودہ آئین پاکستان اور ۱۹۷۳ء کے آئین پاکستان دونوں کی دفعہ نمبر۲ (PART I) یوں ہے:

Islam shall be the state religion

عربی اور اردو میں یوں کہنا زیادہ صحیح ہوگا کہ :

۲۔ حکومت کا دین اسلام ہے ۔

اس کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ انگریزی سے عربی کی مشہور عالم ڈکشنری "المورد" میں RELIGION کے مقابلہ میں پہلا ترجمہ "دین" ہی کیا گیا ہے ۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ ہمارے آئین میں خدا تعالےٰ کو Sovereign یعنی سب سے بڑا حاکم اعلیٰ تسلیم کر لیا گیا ہے اور اس کی کتاب قرآن کریم میں اعلان کر دیا گیا ہے کہ :

إِنَّ الدِّينَ عِندَ اللَّهِ الْإِسْلَامُ (آل عمران : ۱۹)

یعنی اللہ کے نزدیک دین صرف اسلام ہی مقبول ہے ۔

پکتھال نے اس کا ترجمہ وتشریح یوں کی ہے :

19. Lo ! religion with Allah (is) The surrender (Al-Islam in foot note) to His Will and guidance

گویا کہ پکتھال کے نزدیک اسلام کا مطلب ہی یہ ہے کہ انسان اللہ کی مرضی اور اسکی راہنمائی کے آگے مغلوب ہو جائے ۔ دب جائے اطاعت قبول کرے اور ہار مان لے ۔ دیگر ہر چیز سے دست بردار ہو جائے اور ترجمہ قرآن میں RELIGION دین کے مترادف کے بطور استعمال ہوا ہے ۔ اب اس

میں کسی مسلمان کا اختلاف نہیں چاہے وہ کسی فرقہ سے تعلق رکھتا ہو کہ اللہ کی مرضی اور اس کی رہنمائی کا صحیح ترین ذریعہ خود اللہ کی کتاب ہے یا پھر وہ قرآن کریم کی تشریح (قرآنی الفاظ میں "بیان") جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی جس کو سُنّت کہا جاتا ہے۔

دین: قانون کا دوسرا نام | القرآن یفسر بعضہ بعضًا۔ قرآن کا ایک حصہ دوسرے کی تفسیر کرتا ہے۔

خدا تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتے ہیں:

الزَّانِيَةُ وَالزَّانِي فَاجْلِدُوا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ وَّلَا تَأْخُذْكُمْ بِهِمَا رَأْفَةٌ فِي دِينِ اللّٰهِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَلْيَشْهَدْ عَذَابَهُمَا طَائِفَةٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِينَ (۲۴۔ النور۔ ۲)

اس کا ترجمہ ہم کسی مولوی کا نہیں دیتے کہ بعض لوگ مولویوں سے الرجک ہیں بلکہ آر تھر۔ جے آربری کا ترجمہ دیتے ہیں:

The fornicatress and the fornicator scourge each one of them a hundred stripes, and in the matter of God's religion let no tenderness for them sieze you if you believe in God and the Last Day; and let a party of the believer

آربری کے علاوہ ابن جوزی نے اپنی کتاب نزهة الاعين النواظر في علم الوجوه والنظائر میں صفحہ ۲۹۸ پر اور ہارون بن موسیٰ القاری جو دوسری صدی ہجری کے مشہور عالم و مفسر ہیں۔ انہوں نے اپنی کتاب الوجوه النظائر فی القرآن الکریم میں صفحہ ۱۲۱ پر یہی بات کہی ہے۔ ابن جوزی نے لکھا ہے کہ یہاں دین سے مراد حدود ہیں یعنی حدود کی سزائیں اور ہارون موسیٰ نے لکھا ہے کہ یہاں مراد دین سے زانی کے لیے اللہ کا حکم ہے۔ گویا اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اعلان کر دیا ہے کہ قانون حدود کی سزائیں بھی دین اسلام کا حصہ ہے۔ پس آیت سے سب کے

آرتھر۔ جے۔ آربری the Quran interpreted :352) لہ

نزدیک ثابت ہوگیا کہ حدود وغیرہ کی قانونی سزائیں جو قرآن میں مذکور ہیں یہ ریلیجن اسلام کا حصّہ ہیں اور جب آئین میں لکھا گیا کہ اسلام حکومت کا دین یعنی ریلیجن ہے تو حدود وغیرہ کی تمام قانونی سزائیں بھی حکومت پاکستان کی آئینی سزائیں قرار پاگئیں۔ اس کے لیے کوئی مزید تائید پارلیمنٹ یا کسی اور ادارے سے لینے کی ضرورت باقی نہ رہی کیونکہ آئین میں مذکورہ دفعہ کی مزید تائید کی ضرورت نہیں۔ پھر پاکستان بننے سے پہلے قائدِ اعظم نے اعلان کر دیا تھا کہ قرآن ہمارے کرمنل وسول لاء کا بنیادی کوڈ ہے۔

(۲) خدا تعالیٰ دوسری آیت میں فرماتے ہیں!

.....كَذٰلِكَ كِدْنَا لِيُوْسُفَ ۭ مَا كَانَ لِيَاْخُذَ اَخَاهُ فِيْ دِيْنِ الْمَلِكِ اِلَّآ اَنْ يَّشَاۗءَ اللّٰهُ ... (یوسف: ۷۶)

ترجمہ: ...اس طرح کی تدبیر ہم نے یوسف کی خاطر کر دی (یوسف) اپنے بھائی کو بادشاہ (مصر) کے قانون کے لحاظ سے نہیں لے سکتے تھے مگر یہ کہ اللہ ہی کو منظور تھا)۔

پس ہم دیکھتے ہیں کہ اس آیت میں دین کا جو لفظ آیا ہے۔ اس کا ترجمہ پکتھال اور علامہ یوسف علی نے بھی "LAW" یعنی قانون کا کیا ہے۔ شاہ عبدالقادر دہلوی نے دین الملک کا ترجمہ "بیچ دین بادشاہ کے" کیا ہے اور مولانا اشرف علی تھانوی نے یوں کیا ہے: یوسف اپنے بھائی کو اس بادشاہِ (مصر) کے قانون کی رو سے نہیں لے سکتے تھے۔ ابن جوزی نے اس آیت میں دین کا معنی "حکم" کیا ہے۔

ہارون بن موسیٰ اس کا مطلب یوں لکھتے ہیں:

یعنی حکم الملک وقضاءہ۔ (بادشاہ یا حکومت کا حکم اس کا عدالتی قانون ججمنٹ)

گویا یہ بات حتمی طور پر ثابت ہوگئی کہ جب آئین پاکستان میں اعلان کر دیا گیا کہ حکومت کا دین یا RELIGION اسلام ہے تو یہ بات اس اعلان کے مترادف ہے اور گویا یہ بھی اعلان کر دیا گیا ہے کہ تمام جج یا قاضی حکومت پاکستان میں اس کے پابند ہونگے کہ وہ اپنے تمام قضایا دین اسلام یعنی قرآن وسنّت کے مطابق کریں گے۔ اس سلسلے میں قائدِ اعظم کا اعلان کہ قرآن مسلمانوں کا Fundamental code ہے پیش نظر رہے۔

حضور علیہ الصلاۃ والسّلام کا دور | حضور علیہ الصلاۃ والسلام کے دور میں قرآن وسنّت

کا نظام مدینہ منورہ میں آتے ہی حکومتی طور پر نافذ ہو گیا تھا حالانکہ بنیادی کوڈ قرآن کا ایک بڑا حصہ ابھی نازل نہیں ہوا تھا۔ لیکن قرآن کے نزول کے مکمل ہونے کا انتظار نہیں کیا گیا۔ جیسے جیسے کوئی آیت اترتی تھی وہ خدائی قانون کا خود بخود حصہ بن جاتی تھی۔ اس لیے پہلے جو رواج یا قانون مدینہ کے معاشرہ میں جاری ہوتا تھا آیت کے اترتے ہی خود بخود کالعدم ہو جاتا تھا اس کے لیے نہ کسی مجلس کا اجلاس ہوتا تھا۔ نہ نوٹیفیکیشن ہوتی نہ باقاعدہ اعلان ہوتا تھا۔ ہم دیکھتے ہیں کہ اسلامی تاریخ میں کبھی کوڈ نہیں بنایا گیا۔ ہارون رشید نے امام مالک سے اجازت مانگی کہ انکی مؤطا کو تمام مسلمان علاقوں میں نافذ کر دیا جائے مگر آپ نے سختی سے منع کر دیا۔ کوڈ کی پہلی کوشش مسلمان خلافت ترکی کے خاتمہ کے قریب ملتی ہیں جب مسلمان زوال کی آخری منزل تک پہنچ چکے تھے۔ یہ محض سول کوڈ تھا۔ فوجداری کوڈ نہیں تھا۔

مسلمان کی پہچان

قرآن و حدیث میں مسلمان کو پہچاننے کے کئی طریقے بیان کیے گئے ہیں جن میں سے بعض یہ ہیں:

قرآن میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ جو لوگ خدا کے برابر دوسروں کو درجہ دیتے ہیں وہ ان ہستیوں سے محبت بھی ویسے ہی کرتے ہیں جیسی خدا سے کرتے ہیں جبکہ ایمان والے خدا سے بے انتہا اور شدید محبت کرتے ہیں (البقرہ: ۱۶۵) خدا نے مومنوں کی جان اور مال دونوں کو جنت کے بدلے خرید لیا ہے۔ (۹: ۱۱۱) پس خدا پر ایمان لانے کے بعد کوئی مومن تو یہ نہیں جرأت کر سکتا کہ یوں کہے کہ ابھی میرے مال یا جان پر خدا کا قانون نافذ نہ کرو۔ پانچ۔ دس سال بعد کر لینا۔ ایسے شخص کو یہی کہا جائے گا کہ ایمان کا دعویٰ بھی پھر پانچ دس سال بعد کرنا۔ کیا کوئی ہندو اسلام لانے کے بعد یہ کہہ سکتا ہے کہ جب تک میں نماز کے الفاظ یاد نہ کر لوں اس وقت تک تو میں مندر ہی میں جاتا رہوں گا جب الفاظ و معنی یاد ہو جائیں گے اس کے بعد مسجد جانا شروع کروں گا۔ جب شراب کی حرمت کی آیت نازل ہو گئی تو کوئی شوریٰ منعقد نہیں کی گئی۔ کوئی اجلاس نہیں ہوا آیت اترتے ہی مدینہ کی گلیوں میں فوراً شراب بہا دی گئی۔ نہ کوئی پولیس شراب بہانے آئی نہ کوئی سرکاری افسر حکم دینے کے لیے آیا۔ نہ کوئی اعلان کیا گیا۔ جیسے جیسے آیت حرمت شراب کا علم ہوتا گیا ویسے ہی عمل ہوتا گیا۔

تحویل قبلہ کی آیت اتری تو اس کے بعد بعض صحابہ کا گذر قبیلہ بنی سلمہ کی مسجد کی طرف ہوا جہاں

لوگ بیت المقدس کی طرف رخ کیئے نماز پڑھ رہے تھے ۔ انہوں نے فوراً آواز لگائی کہ اب قبلہ کعبہ کے رخ ہو گیا ہے ۔ نمازیوں نے درمیان نماز ہی کعبہ کی طرف رخ پھیر لیا ۔ کسی نمازی نے اتنا توقف نہیں کیا کہ کم از کم جاری نماز میں قبلہ تبدیل نہ کیا جائے ۔ مسجد قبا میں بھی یونہی ہوا ۔ جب ابوبکرؓ خلیفہ بنے تو قرآن ابھی بین الدفتین مدون نہ ہوا تھا ۔ حدیث کی تدوین تو باقاعدہ سرکاری طور پر سو سال بعد ہوئی ۔ لیکن پہلے ہی دن سے قرآن و سنت کا نظام نافذ کر دیا گیا اور قرآن کی بین الدفتین تدوین کا انتظار نہ کیا گیا ۔ حضورؐ کی وفات کے بعد مدینہ پر حملہ کا خطرہ ہو گیا ۔ عربوں کی اکثریت مرتد ہو گئی لیکن پھر بھی سنت کی پیروی میں اسامہ بن زید کا لشکر روم پر حملہ کے لیئے گیا ۔ زکوٰۃ کی وصولی میں بھی تمام صحابہ کے مشورہ کے باوجود کوئی توقف یا مداہنت برداشت نہ کی گئی ۔ حضرت ابوبکرؓ نے تمام صحابہ کا مشورہ رد کر دیا اور (بقول قائد اعظم بنیادی کوڈ) کے نفاذ میں ایک لمحہ کی تاخیر کی اجازت نہ دی گئی ۔

خلفائے راشدین کے دور میں جب کوئی ایسا مسئلہ درپیش ہوتا جس کا حل معلوم نہ ہوتا تو حضرت ابوبکرؓ لوگوں سے پوچھتے کہ کسی کو اس سلسلے میں حدیث کا علم ہے ؟ جب کوئی صحابی بتا دیتا تو اس پر عمل ہو جاتا ۔ اسی طرح حضرت عمرؓ کا طرز عمل تھا ۔ مگر آپ کوشش کرتے کہ دوسرا صحابی بھی مل جائے جس نے یہ حدیث سنی ہو ۔ پھر آپ اس پر عمل کرتے ۔ حضرت علیؓ راوی سے قسم لے کر اپنا اطمینان کرتے اور اس پر عمل ہو جاتا ۔

کسی خلیفہ راشد یا بعد کے عباسی خلیفہ نے بھی کبھی کوڈ بنانے کی کوشش نہیں کی ۔ مغرب کی نقالی میں مجلہ کا مشہور نامکمل کوڈ بنایا تو خلافت ہی ختم ہو گئی ۔

اگر حکومت پاکستان کوڈ بنانا چاہتی ہے تو بڑے شوق سے بنائے لیکن اس وقت تک کے لیئے قرآنی احکام کو معطل رکھ کر فرنگیوں کے کافرانہ قانون پر عمل کرنا اللہ تعالیٰ اور آئین دونوں سے بغاوت ہے یہ قرآن سے ثابت ہے اور آئین سے بھی ۔ لیکن یاد رہے کہ کوڈ کے بعد بھی سپر لاء قرآن و سنت ہی رہے گا ۔ انسان کے بنائے ہوئے ہر کوڈ کی حیثیت ثانوی ہی رہے گی ۔ انسانی الفاظ خدا و رسول کے الفاظ کا نہ مقام لے سکتے ہیں نہ بہتر ہو سکتے ہیں ۔ اسی وجہ سے امام مالکؒ نے ہارون رشید کو اس بات کی اجازت نہ دی کہ ان کی موطا کو حکومت کا سرکاری قانون بنایا جائے ۔

خلیفہ کا حکم ہو یا پارلیمنٹ کا پاس کردہ کوئی حکم ہو ۔ اس پر حکومت بقول قائد اعظمؒ قرآن یعنی

بنیادی کوڈ کو حاصل رہے گی۔ یعنی سیرلار پھر بھی قرآن و سنت ہی کا قانون ہوگا۔ بلکہ سرکاری افسروں کو اجازت ہوگی کہ حکمرانوں کے بنائے ہوئے قانون کی خلاف ورزی کریں اگر وہ قرآن کے مطابق نہ ہو اور اس کی بجائے قرآنی حکم پر عمل کریں۔ حضرت معاویہؓ کے دور کا واقعہ ملاحظہ ہو۔

حضرت امیر معاویہؓ کے زمانہ میں زیاد نے حکم بن عمرو غفاری کو خراسان کا گورنر بنانا چاہا، انہوں نے اس کو قبول کر لیا اور نہایت ایمانداری اور سچائی کے ساتھ اس خدمت کو انجام دینے لگے لیکن جب کبھی اسلامی اصول اور حکومت کے اصول میں تعارض ہو جاتا تو حکم حکومت کے اصول کو ٹھکرا دیتے، خراسان کی گورنری کے زمانہ میں کسی جنگ میں بہت سا مالِ غنیمت ہاتھ آیا، زیاد نے لکھ بھیجا کہ امیر المومنین کا فرمان آیا ہے کہ سونا چاندی ان کے لیے محفوظ کر لیا جائے، اس لیے لوگوں میں تقسیم نہ کرنا، چونکہ یہ حکم اسلامی اصول کے خلاف تھا، اس لیے انہوں نے نہایت صاف جواب لکھا، السلام علیک، اما بعد تمہارا خط جس میں تم نے امیر المومنین کے حکم کا حوالہ دیا ہے، ملا، لیکن امیر المومنین کے مکتوب کے قبل مجھ کو اللہ کی کتاب مل چکی ہے (یعنی مالِ غنیمت میں عام مجاہدین کا بھی حصہ ہے) خُدا کی قسم اگر کسی بندہ کو آسمان و زمین گھیر لیں اور وُہ خدا سے ڈرتا ہو تو وہ اس کی رہائی کا ضرور کوئی نہ کوئی سامان کر دیگا، (یعنی اس عدول حکمی پر جو عین حکم خدا کے مطابق ہے کہ مجھے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے، یہ جواب لکھ کر مجاہدین کو حکم دیا کہ اپنا حصہ لے لو[1]

یہ مسئلہ یوں تھا کہ مالِ غنیمت میں سے ۴/۵ حصہ مجاہدین میں تقسیم کر دیا جاتا تھا اور ۱/۵ حصہ بیت المال میں داخل کیا جاتا تھا۔ اب چونکہ خزانہ میں سونا چاندی کی ضرورت رہتی ہے۔ اس لیے امیر معاویہؓ نے چاہا کہ بیت المال کا ۱/۵ حصہ تمام کا تمام سونا چاندی کی صُورت میں لے لیا جائے تاکہ آسانی رہے ورنہ انہوں نے خزانہ کے لیے مقرر مقدار سے زیادہ کا مطالبہ ہرگز نہ کیا تھا لیکن اس کو بھی گورنر حکم بن عمرو غفاری نے منظور نہ کیا کیونکہ یہ اس طریقہ کے خلاف تھا جو حضور علیہ الصلاۃ والسلام اور خلفائے راشدین کے دور میں جاری رہا تھا۔

علامہ اقبال کا نقطۂ نظر علامہ اقبال اعلان کرتے ہیں کہ قرآن مسلمانوں کا آئین ہے۔

---

[1] شاہ معین الدین: سیر صحابہ ۶، ۷: ۷۸ بحوالہ طبقات ابن سعد جلد ۷ ص ۲۹،

در معنی این کہ نظامِ ملت غیر از آئین صورت نہ بندد و آئینِ ملتِ محمدیہ قرآن است

ملتے را رفت چوں آئیں ز دست — مثلِ خاک اجزائے او از ہم شکست
ہستیٔ مسلم ز آئین است و بس — باطنِ دینِ نبیؐ این است و بس
برگ گل شد چوں ز آئیں بستہ شد — گل ز آئیں بستہ شد گلدستہ شد
نغمہ از ضبطِ صدا پیداستے — ضبط چوں رفت از صدا غوغاستے
در گلوئے ما نفس موجِ ہواست — چوں ہوا پابندِ نے گردد نواست
تو ہمی دانی کہ آئینِ تو چیست؟ — زیرِ گردوں سرِّ تمکینِ تو چیست؟
آں کتابِ زندہ قرآنِ حکیم — حکمتِ او لایزال است و قدیم
نسخۂ اسرارِ تکوینِ حیات — بے ثبات از قوتش گیرد ثبات
حرفِ او را ریب نے تبدیل نے — آیہ اش شرمندۂ تاویل نے[1]

تاریخ کا فیصلہ جب قائدِ اعظم نے اعلان کر دیا تھا کہ قرآن کریم سول اور کرمنل جیورس پروڈنس کا بنیادی کوڈ ہے تو پھر انسانوں کے کوڈ بنانے کے لیے دس سال انتظار کرنا کیسا؟ یہ مہلت کیسی۔ بنیادی کوڈ جب ساورن کے اپنے الفاظ میں موجود ہے تو بنیادی کوڈ یعنی قرآن کو معطل رکھنا کیا معنی؟ قائدِ اعظم کے الفاظ سنیئے: فرمایا:

It regulates everything from the ceremonies of religion to those of daily life; from the salvation of the soul to the health of the body; from the rights of all to those of each individual

[1] (کلیاتِ اقبال ص ۱۲۱)

from morality to crime from punishment here to that in the life to come and our Prophet has enjoyed on us that every Musalman should possess a copy of the Quran and be his own priest. Therefore, Islam is not merely confined to the spiritual tenets and doctrines or rituals and ceremonies. It is a complete code regulating the whole Muslim society, every department of life, collective and individually.

Speeches and writings of Mr. Jinnah collected by Jamil-ud-Din Ahmad - Pages 208-209, Vol II.

جب قائداعظم رحمۃ اللہ علیہ نے قرآن کو مسلمانوں کے سول و کرمنل لا، کا بنیادی کوڈ ہی نہیں بلکہ سوشل، کمرشل اور ملٹری کوڈ بھی قرار دے دیا تو پھر انتظار کس چیز کا۔ اس بنیادی کوڈ کو معطل کرنا پاکستان اور اسلام سے بغاوت ہے۔ بغاوت کی ایک دن کے لیے بھی اجازت نہیں دی جا سکتی۔

قائداعظم علیہ الرحمۃ بار بار اس بات کو دہراتے رہے کہ قرآن ہمارا کوڈ ہے! اور کوڈ ہے!

قائداعظم رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۹ مارچ ۴۴ ۱۹ء کو پنجاب مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن کے جلسہ میں فرمایا!

Islam is our guide and complete code of life. We don't want any isms, socialism, communism or national socialism.[1]

غرضیکہ قائداعظم نے اقبالؒ کے اس قول کی تائید فرمائی کہ

---

[1] (مشرق ۲۴ جون ۱۹۷۰ء جس میں ۴۴ ۱۹ء کے انڈین اینول رجسٹر کا عکسی فوٹو بھی دیا گیا ہے اور یہ کہ خاکسار اس جلسہ میں موجود تھا)۔

جلال پادشاہی ہو کہ جمہوری تماشا ہو
جدا ہو دیں سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی

ہوئی دین و دولت میں جس دم جدائی — ہوس کی امیری ہوس کی وزیری
دوئی ملک و دیں کے لیے نامرادی — دوئی چشم تہذیب کی نابصیری

اسی میں حفاظت ہے انسانیت کی
کہ ہوں ایک جنیدی و اردشیری

قائداعظم نے مزید فرمایا :

اسلامی حکومت میں وفاکیشی ۔ اطاعت کا مرجع خدا کی ذات ہے اس لیے تعمیل کا مرکز قرآن مجید کے احکام اور اصول ہیں۔ اسلام میں اصلاً کسی بادشاہ کی اطاعت ہے نہ کسی پارلیمان کی نہ کسی شخص یا ادارہ کی ۔ قرآن کے احکام ہی سیاست و معاشرت میں ہماری آزادی اور پابندی کے حدود متعین کرتے ہیں ۔ اسلامی حکومت دوسرے الفاظ میں قرآنی اصول و احکام کی حکمرانی ہے ۔[۱]

حکومت سول ہو یا فوجی بنیادی کوڈ اور بنیادی قانون ہر حال میں قرآن ہی رہے گا۔ مزید اس کی بہترین تفسیر یا شرح بھی وہی رہے گی جو حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمائی ہے ۔کیونکہ اسی کوڈ میں یہ بھی کہہ دیا گیا ہے کہ :

وَاَنْزَلْنَا اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ ۔ (النحل : ۴۴)

ترجمہ : اور ہم نے آپ پر بھی یہ نصیحت نامہ اتارا ہے تاکہ آپ لوگوں پر ظاہر کر دیں جو کچھ ان کی طرف اتارا گیا ہے ۔

گویا حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے جن جن آیات کی تشریح و تفسیر بیان کر دی ہے وہ خود قرآن کی رو سے اللہ تعالیٰ کی طرف سے مصدقہ (AUTHORISED) تفسیر ہے ۔پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جن آیات کی تفسیر کی ہے ان کی تفسیر دوسرے انسان کی مقبول نہ ہوگی اگر وہ تفسیر نبوی ؐ کے خلاف ہو ۔

---

[۱] (رہبر دکن ۱۹ اگست ۱۹۴۱ء بحوالہ گفتار قائداعظم صفحہ ۲۶۲ مطبوعہ قومی کمیشن برائے تحقیق تاریخ و ثقافت اسلام آباد ۱۹۷۶ء)

پس حضور علیہ الصلاۃ والسلام کی سنت بھی قرآن کی رو سے بنیادی کوڈ ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:
وَمَنْ يُّطِعِ الرسول فقد اطاع اللہ ۔ (النساء)
ترجمہ: جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی۔

مزید اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:
..... فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللهِ وَالرَّسُولِ (النساء: ۵۹)
ترجمہ: پھر اگر تم میں باہم اختلاف ہو جائے کسی چیز میں تو اس کو اللہ اور اس کے رسول کی طرف لوٹا دو۔

گویا اصل اور بنیادی کوڈ۔ قائد اعظمؒ کے الفاظ میں کرمنل۔ سول۔ ملٹری وغیرہ تمام قوانین کا Fundamental Code قرآن کریم ہے اور اس کی مصدقہ Authorized تفسیر حدیث شریف ہے۔ اسی وجہ سے آئین پاکستان میں قرآن و سنت کا ذکر ساتھ ساتھ موجود ہے اور لا الہ الا اللہ کے ساتھ محمد رسول اللہ کا بھی یہی مطلب ہے۔ کیونکہ اللہ کا نبی ہی اس کے کلام کو سب سے بہتر سمجھ سکتا ہے۔ اسی وجہ سے پاکستان بننے کے وقت کلمہ طیبہ کا نعرہ لگایا جاتا تھا۔

ابو زہرہ نے امام ابو حنیفہ کی سوانح میں سنت پر دلائل سے تفصیلی بحث کی ہے۔ شاطبی کا قول بیان کیا ہے کہ قرآن سے استنباط کرتے وقت ضروری ہے کہ قرآن کی شرح اور بیان یعنی سنت کو بھی پیش نظر رکھا جائے۔ (ابو زہرہ: اصول الفقہ: ۱۰۶)
اسی وجہ سے قرآن و سنت دونوں کو نصوص کا نام دیا جاتا ہے۔

مسئلہ اجتہاد بعض ایسے لوگوں نے آجکل اجتہاد کے مسئلہ کو چھیڑ دیا ہے جو نہ اجتہاد کے معنی سے واقف ہیں اور نہ ہی انکو علامہ اقبال کی تحریروں اور مصطفیٰ کمال کے متعلق انکی رائے سے واقفیت ہے علامہ کے ساتھ

ہیں سے پروفیسر یوسف سلیم چشتی نے جاوید نامہ کی شرح لکھی ہے۔ اسمیں علامہ کی نظم ' سعید حلیم پاشا ' کے دوسرے بند کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

اقبال نے مصطفیٰ کمال کو متجدد کہکر اسکی غیر اسلامی سرگرمیوں پر نہایت صحیح تبصرہ کر دیا ہے ۔۔۔ متجدد اسے کہتے ہیں جو نہ عالم دین ہو۔ نہ شیخ طریقت۔ مگر سوء اتفاق سے عوام میں اپنے کسی سیاسی کارنامہ کی بناء پر مقبول ہوگیا ہو اور انہوں نے اسے اپنا لیڈر تسلیم کر لیا ہو۔ وہ شخص اپنی مقبولیت کا ناجائز فائدہ اٹھا کر دین کی اصلاح و تجدید کا کام اپنی ناقص رائے اور عقل سقیم کے مطابق شروع کر دے اور قوم کے حق میں ناداں دوست ثابت ہو۔ یعنی اصلاح کی بجائے تخریب کا فریضہ انجام دے کر مصطفیٰ کمال نے دین اسلام اور سیاست میں تفریق کر کے اور ترکوں کی قومیت کو دین کے بجائے وطن پر مبنی کر کے دین کے ساتھ دوستی نہیں کی بلکہ دشمنی کی اس لیے اقبال نے اسے مجدد کے بجائے متجدد لکھا اور بالکل صحیح لکھا۔

۱۔ اقبال (بزبان افغانی) کہتے ہیں کہ مصطفیٰ کمال نے قوم کو مشورہ دیا کہ تمام پُرانی باتوں کو یکسر مٹا دو۔

۲۔ اگر کوئی شخص یورپ سے ' لات و منات ' لاکر کعبہ میں رکھ دے تو ان نئے بتوں کی وجہ سے کعبہ کی زندگی میں تجدید نہیں ہوسکتی۔ یعنی دین زندہ نہیں ہوسکتا۔ بلکہ بت پرستی دوبارہ زندہ ہوجائے گی۔ اس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ دین فنا ہوجائے گا۔ یہی حال ترکی مسلمانوں کا ہوا۔ وہ دین سے بیگانہ ہوگئے۔

بغیر علم دین حاصل کئے اجتہاد کا دعویٰ کرنے والوں کو یہ معلوم نہیں کہ اجتہاد تو صرف ان نئی باتوں میں کیا جاتا ہے جن کا ذکر قرآن و سنت میں واضح نہیں ملتا۔ مثلاً قرآن کی رو سے خمر یعنی شراب حرام ہے۔ حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ الخمر ما خامر العقل یعنی ہر وہ چیز خمر ہے جو عقل کو ڈھانپ لے۔ اب چرس، ہیروئن، L. S. D وغیرہ قدیم دور میں موجود نہ تھیں۔ اسلئے اب قرآن و سنت ہی کی روشنی میں قیاس کرتے ہوئے اجتہاد کیا جائے گا کہ موجودہ دور کی ان منشیات میں سے کون کون سی حرام قرار دی جائیں گی۔ لیکن جن چیزوں کے متعلق قرآن و سنت ثابتہ کے مطابق فیصلہ ہوچکا ہو۔ اس کے متعلق اب اجتہاد کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ ہاں اگر کسی مفتی

نے کسی ضعیف حدیث کے مطابق کوئی فتویٰ دے دیا ہو تو قرآن و احادیث صحیحہ کی روشنی میں اس فتویٰ پر نظر ثانی ہو سکتی ہے۔ اس طرح کے اجتہاد کی مثالیں ہمیں آج کے دور میں بھی ملتی ہیں۔ لیکن علامہ اقبال آج کے انحطاط کے دور میں اجتہاد کی بجائے سلف کی تقلید ہی کے قائل ہیں اور جو نام نہاد دانشور قرآن و سنت کی صحیح علم اور اجتہاد کی شرائط کے مطابق علم دین نہ رکھنے کے باوجود اجتہاد کرتے ہیں ان کو علامہ اقبال لئیم کے خطاب سے سرفراز کرتے ہیں۔

نقش بر دل معنیٔ توحید کن — چارۂ کارِ خود از تقلید کن
اجتہاد اندر زمانِ انحطاط — قوم را برہم ہمی پیچد بساط
ز اجتہادِ عالمانِ کم نظر — اقتدا بر رفتگاں محفوظ تر
عقلِ آبایت ہوس فرسودہ نیست — کارِ پاکاں از غرض آلودہ نیست
فکرِ شاں ریسد ہمے باریک تر — وَرعِ شاں با مصطفیٰ نزدیک تر
ذوقِ جعفرؓ کاوشِ رازیؒ نماند — آبروئے ملتِ تازی نماند
تنگ بر ما رہگذارِ دیں شد است — ہر لئیمے رازدارِ دیں شد است
اے کہ از اسرارِ دیں بیگانۂ — با یک آئیں ساز اگر فرزانۂ
من شنیدستم ز نباضِ حیات — اختلافِ تست مقراضِ حیات

از یک آئینی مسلمان زندہ است
پیکرِ ملت ز قرآں زندہ است

علامہ اقبال قرآنی قوانین کی ابدیت کے قائل تھے

اپنی ایک تحریر میں فرماتے ہیں: "... قرآن ایک کامل کتاب ہے اور خود اپنے کمال کا مدعی ہے ...... لیکن ضرورت اس امر کی ہے کہ اس کمال کو عملی طور پر ثابت کیا جائے کہ سیادت انسانی کے لیے تمام ضروری قواعد اس میں موجود ہیں اور اس میں فلاں فلاں آیات سے فلاں فلاں قواعد کا استخراج ہوتا ہے۔ نیز جو جو قواعد عبادات یا معاملات کے متعلق (بالخصوص موخر الذکر کے متعلق) دیگر اقوام میں اس وقت مروج ہیں، اُن پر قرآنی نقطہ نگاہ سے تنقید کی

جائے اور دکھایا جائے کہ وہ بالکل ناقص ہیں اور ان پر عمل کرنے سے نوعِ انسانی کبھی سیادت سے بہرہ اندوز نہیں ہو سکتی۔ میرا عقیدہ یہ ہے کہ جو شخص اسوقت قرآنی نقطۂ نگاہ سے زمانۂ حال کے "جورس پروڈنس" پر ایک تنقیدی نگاہ ڈال کر احکامِ قرآنیہ کی ابدیت کو ثابت کرے گا، وہی اسلام کا مجدّد ہوگا اور بنی نوعِ انسان کا سب سے بڑا خادم بھی وہی شخص ہوگا۔

پس آجکل جو لوگ احکام قرآنیہ کی ابدیت کو تسلیم کرتے ہیں اور اس حقیقت کو ثابت کرنیکے لیے علمی کاوش کرتے ہیں وہ علامہ اقبال کے نزدیک قابلِ ستائش ہیں اور جو لوگ "نام نہاد اجتہاد کا نام لے کر قرآنی احکام کو تبدیل کرنا چاہتے ہیں وہ علامہ اقبال کے نزدیک ان کے الفاظ میں لئیم کہلانے کے مستحق ہیں۔

علامہ اقبال کی وصیت اجتہاد سے متعلق علامہ کا نظریہ معلوم کرنیکے لیے انکی وصیت سب سے اہم چیز ہے اور اس سے ان کے آخری نظریات اور معتقدات ثابت ہو جاتے ہیں اور پھر کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں رہتی ہم اسے روزگار فقیر حصّہ دوئم سے نقل کرتے ہیں :

باقی میرا اسباب، مثلاً دو قالین برنگِ سرُخ و دری و صوفہ و کرسیاں و بکس اور پہننے کے کپڑے ہیں۔ ان کی نسبت میری وصیّت یہ ہے کہ میری وفات کے بعد میرے پہننے کے تمام کپڑے غرُبا میں تقسیم کر دیے جائیں (محمد اقبال بیرسٹر ایٹ لار لاہور بقلم خود ۱۳ اکتوبر ۱۹۳۵ء)

مکرر آنکہ

اگر نابالغان کے فائدے کی خاطر یا جائیداد کے انتظام یا کسی اور جائیداد کی خرید وغیرہ کے لیے اولیاء کو روپے کی ضرورت ہو تو وہ کثرتِ رائے سے بینک سے روپیہ نکالنے سے متعلق فیصلہ کریں۔

دیگر میرے مذہبی اور دینی عقائد سب کو معلوم ہیں۔ میں عقائدِ دینی میں سلف کا پیرو ہوں۔ نظری اعتبار سے فقہی معاملات میں غیر مقلد ہوں۔ عملی اعتبار سے حضرت امام ابو حنیفہؒ کا مقلّد ہوں۔ بچّوں کی شادی بیاہ کے معاملے میں میرے ورثار کا اور اولیار مقرّر کردہ کا فرض ہے کہ وہ اس بات کا پورا لحاظ کریں اور رشتہ ناطہ میں شرافت اور دینداری کو علم و دولت اور ظاہری

وجاہت پر مقدم سمجھیں۔ (محمد اقبال بیرسٹر ۱۳ اکتوبر ۱۹۳۵ء)

مسلمان مختلف فقہی مذاہب کی پیروی کرتے ہیں۔ علامہ اقبال نے یہ فرماکر "میں عملی اعتبار سے حضرت امام ابوحنیفہؒ کا مقلد ہوں" شرعی اور قانونی طور پر اسکی وضاحت بھی کردی کہ انکے وصیت نامے کے متضمنات (content) پر عمل درآمد فقۂ حنفی کے مطابق ہوگا۔

تقلید اور عدم تقلید پر بڑی علمی بحثیں اسلامی لٹریچر میں ملتی ہیں۔ علامہ اقبال نے اس وصیت نامے میں جو یہ لکھا ہے۔

"میں سلف کا پیرو ہوں۔ نظری اعتبار سے فقہی معاملات میں غیر مقلد ہوں اور عملی اعتبار سے امام ابوحنیفہؒ کا مقلد ہوں۔"

اس سے تقلید اور عدم تقلید کے بحث و نزاع پر بصیرت افروز روشنی پڑتی ہے۔ اس معاملے میں علامہ کا مسلک حضرت شاہ ولی اللہؒ دہلوی سے ملتا جلتا ہے۔ حق یہ ہے کہ عوام کے لیے تقلید ناگزیر ہے، مگر اہلِ علم اور اربابِ فکر و نظر کا معاملہ بالکل عوام جیسا نہیں ہے۔

اس وصیت نامے کا یہ جملہ۔

"میں سلف کا پیرو ہوں۔"

انتشارِ فکر اور تجدد و آزاد خیالی کے اس دور میں مشعلِ راہ ہے۔ عقائد و اعمال میں سلف صالحین ہی کی پیروی میں دین و ایمان کی سلامتی ہے۔ علامہ اقبال مجتہدانہ فکر و نظر رکھتے تھے۔ انھوں نے مشرق و مغرب کے علوم کے بحرِ ذخار میں شناوری کی تھی، مگر اس کے باوجود سلفِ صالحین کی پیروی کے وہ قائل تھے اور یہ دلیل ہے اقبال کی پختگیِ ایمان اور سلامتیِ طبع کی۔

احساس ندامت

اقبال کو ذاتِ رسالت مآب سے جو والہانہ محبت تھی، اُس کا اظہار اُن کے کلام سے ہوتا ہے اُن کا تنہا یہ شعر

به مصطفیٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست
اگر بہ او نہ رسیدی تمام بولہبی است!

سوزِ عشقِ نبیؐ کا آتش کدہ ہے۔

ایک مرتبہ علامہ نے اپنی چھوٹی ہمشیرہ کو خط میں لکھا کہ۔

"میں جو اپنی گزشتہ زندگی پر نظر ڈالتا ہوں تو مجھے بہت افسوس ہوتا ہے کہ میں نے اپنی عمر یورپ کا فلسفہ وغیرہ پڑھنے میں گنوائی۔ خدا تعالیٰ نے مجھ کو قوائے دماغی بہت اچھے عطا فرمائے تھے۔ اگر یہ قویٰ دینی علوم کے پڑھنے میں صرف ہوتے تو آج خدا کے رسولؐ کی میں کوئی خدمت کر سکتا اور جب مجھے یاد آتا ہے کہ والدِ مکرم مجھے علومِ دینی پڑھانا چاہتے تھے تو مجھے اور بھی قلق ہوتا ہے کہ باوجود اس کے کہ صحیح راہ معلوم بھی تھی تو بھی وقت کے حالات نے اُس راہ پر چلنے نہ دیا۔ بہرحال جو کچھ خُدا کے علم میں تھا ہوا اور مجھ سے بھی جو کچھ ہو سکا، میں نے کیا، لیکن دل چاہتا ہے کہ جو کچھ ہوا، اس سے بڑھ کر ہونا چاہیے تھا اور زندگی تمام و کمالِ نبیؐ کریم کی خدمت میں بسر ہونی چاہیے تھی۔"

مسلمان حکام کا کام

مسلمان حکمرانوں کا کام قانون سازی نہیں بلکہ قانونِ الٰہی کا نفاذ ہے۔ اس سلسلے میں استاد عبدالقادر عودہ لکھتے ہیں:

وليس بعد الرسول قرآن حيث انقطع الوحى، ولا سنة حيث توفى الرسولؐ، ولا يمكن ان يقال ما يصدر عن هيئاتنا التشريعية البشرية فى درجة القرآن والسنة، أو أن لها من سلطان التشريع ما لله وللرسول، ولكن الذى يمكن أن يقال وهو الواقع ان أولى الامر منا لا يملكون حق التشريع، وانما لهم حق التنفيذ أو التنظيم، فالتشريع من حق الله والرسول -٢٦٢-، وقد انتهى عهده بوفاة الرسول واستقر أمره بانقطاع الوحى، والتنفيذ والتنظيم لاولى الامر، فلهم أن يصدروا قوانين ولوائح وأوامر تنفيذا لما شرعه الله ورسوله -٢٦٣-، ولهم أن ينظموا الجماعة ويواجهوها طبقا لما شرعه الله ورسوله فالله قد تكفل بوضع التشريعات الاصلية وشرع على لسان

رسوله نصوصا وأحكاما اساسية ، وأوجب على اولى الامر تنفيذها كما هى ، كما أوجب عليهم ان ينظموا الجماعة ويوجهوها على أساسها ولهم فى سبيل أداء هذا الواجب ان يصدروا القوانين ، والمراسيم واللوائح والقرارات التى تضمن تنفيذ هذه التشريعات الاساسية ،

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد قرآن نہیں آسکتا کیونکہ وحی منقطع ہو چکی ہے اور نہ سنت آسکتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اب اس دنیا میں نہیں رہے۔ یہ ممکن نہیں ہے کہ جو ریگولیشن ہم انسان بنائیں اس کو قرآن و سنت کا درجہ دیا جائے۔ یا یہ کہا جائے ہمیں بھی قانون بنانے کا حق حاصل ہے جیسا کہ اللہ اور اسکے رسول کو ہے۔ (بلکہ یہ حق صرف اللہ تعالیٰ کو ہے اور رسول اللہ تو اللہ کی بات نقل کرنے والے ہیں) البتہ اولی الامر یا حکام کو تنفیذ احکام الٰہی کا حق حاصل ہے۔ پس قانون سازی کا حق اللہ اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے۔ اور رسول اللہ کا عہد آپ کی وفات کے بعد ختم ہو گیا اور وحی کے خاتمہ کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان کردہ احکام دائمی ہو گئے۔ ان احکامات کی تنفیذ اور تنظیم اولی الامر کا کام ہے۔ اولی الامر کا کام ہے کہ ایسے احکام دے اور ریگولیشن بنائے جن سے ان قوانین کی تنفیذ ہو جو اللہ اور اسکے رسول نے بنائے ہیں (بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ جو اللہ نے بنائے ہیں اور اس کے رسول نے ہم کو پہنچائے ہیں) حکام کا کام ہے کہ جماعت منظم کرے جو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے قوانین اور احکام کا نفاذ کرے.......

اس وقت بھی قرآن کریم اور اس کی تشریح سنتِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم پاکستان کا Supra Constitution اور Supra Law ہیں۔ اس کی وجوہات درج ذیل ہیں۔

(۱) پاکستان آئین پارٹ I کی دوسری دفعہ درج ذیل ہے

2. Islam shall be the State religion

جب اس دفعہ کی وجہ سے سٹیٹ کا مذہب اسلام طے ہوگیا تو قرآن خود بخود سپرا آئین قرار پاگیا اور سنت اس کی شرح قرار پاگئی کیونکہ اسلام کی بنیاد کلمہ طیبہ پر ہے جب اللہ کو خدا مان لیا تو اس کا کلام بھی تمام انسانی کلام سے (SUPRA) سپرا ہوگیا اور جب حضور علیہ الصلاۃ والسلام کو آخری نبی مان لیا تو آپ کی سنت بھی تمام انسانی اقوال اور قوانین سے (SUPRA) بلند اور ارفع ہوگئی۔ جو شخص قرآن و سنت کو انسانی اقوال و قوانین سے اعلیٰ و ارفع نہیں سمجھتا تو وہ واضح طور پر اسلام کے دائرہ سے باہر ہو جاتا ہے۔ نہ صدر بن سکتا ہے نہ وزیر۔

(۲) جب پاکستان کا صدر اور وزیر اعظم یہ حلف اٹھاتے ہیں کہ وہ خدا۔ اس کے رسول۔ قیامت کے دن اور قرآن و سنت پر ایمان لاتے ہیں تو گویا وہ حلف اٹھا لیتے ہیں کہ ان کا Faith یہ ہے کہ قرآن و سنت ان کے لیے Natural law (سپرالا) کا درجہ رکھتے ہیں جو ہر انسانی آئین اور قانون سے بلند ہوتا ہے۔

جب تک کوئی شخص اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے اقوال کو تمام انسانوں کے اقوال سے بلند اور ان کا حاکم نہیں سمجھتا اس وقت تک وہ اپنے کو مسلمان نہیں کہہ سکتا۔ پس صدر اور وزیر اعظم پر کلمہ کے پڑھنے اور آئین میں بیان کردہ حلف اٹھانے کے بعد یہ لازم ہو جاتا ہے کہ وہ قرآن و سنت کو ہر انسانی آئین اور قانون یا قول پر حاکم سمجھیں۔

یوں حلف اٹھانے کے بعد بھی مزید صدر اور وزیر اعظم پر لازم ہو جاتا ہے کہ وہ قرآن و سنت کو ہر انسانی قانون پر حاکم اور ہر وقت جاری قرار دیں۔

اسی طرح جب اسمبلی کا ہر ممبر اور صوبوں کے وزرا اعلیٰ و دیگر وزرا ریہ حلف اٹھاتے ہیں کہ وہ اسلامی نظریہ کو قائم اور دائم رکھنے کے لیے جد و جہد کریں گے تو ان سب پر بھی حلف کی رو سے قرآن و سنت کو جو اسلام کی بنیاد ہے ان کو سپرا قانون و آئین سمجھنا واجب ہو جاتا ہے۔ کلمہ طیبہ کی رو سے کسی انسان کے کلام یا پارلیمنٹ کے فیصلے کو خالق کائنات اور رب کریم کے فیصلہ سے بلند نہیں سمجھا جا سکتا اور نہ خدا کے رسول کے کلام یا فیصلہ سے بلند سمجھا جا سکتا ہے (قرآنی آیات شاہد ہیں) قرآن کریم میں خود وہ خدا جس پر سب مسلمان ایمان

ملتے ہیں۔ اعلان فرماتا ہے کہ
جو لوگ وحی منزلہ کے مطابق فیصلے نہ کریں ۔ وہی لوگ کافر ہیں ..... ظالم ہیں
فاسق ہیں (المائدہ : ۴۴ سے ۴۷)
ومن لم یحکم بما انزل اللہ فاولئک ھم الکافرون ......
ھم الظالمون .. ھم الفاسقون ۔

قائداعظم کا اہم اعلان

۱۸ اگست ۱۹۴۱ء کو قائداعظم نے فرمایا :
اسلامی حکومت کے تصور کا یہ بنیادی امتیاز پیش نظر رہے کہ اطاعت اور وفاکیشی کا مرجع خدا کی ذات ہے ۔ اس لیے تعمیل کا مرکز قرآن مجید کے احکام اور اصول ہیں ۔ اسلام میں اصلاً کسی بادشاہ کی اطاعت ہے نہ کسی پارلیمان کی ۔ نہ کسی شخص یا ادارہ کی ۔ قرآن کے احکام ہی سیاست و معاشرت میں ہماری آزادی اور پابندی کے حدود متعین کرتے ہیں اسلامی حکومت دوسرے الفاظ میں قرآنی اصول و احکام کی حکمرانی ہے ۔
(رہبر دکن ۱۹ اگست ۱۹۴۱ء بحوالہ گفتار قائداعظم ص ۲۶۲ مرتبہ احمد سعید مطبوعہ قومی کمیشن برائے تحقیق تاریخ و ثقافت)

ہر ممبر اسمبلی جو اسلام کی IDEOLOGY جس کی بنیاد پر پاکستان قائم ہوا تھا اس کے جاری و ساری رکھنے کا حلف اٹھاتا ہے تو پھر اگر قرآن اسلام میں IDEOLOGY کا مقام نہیں رکھتا تو کیا خدا اور رسول کے علاوہ دوسرے لوگوں کے اقوال اور احکام اسلام کی IDEOLOGY ہیں ۔ ایسا کوئی جب ہی کہہ سکتا ہے جب کہ کوئی شخص محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی دوسرے کو خدا کا نبی تسلیم کرے اور حضور علیہ الصلاۃ السلام کی نبوت کا انکار کر دے ۔

(۳) تیسری وجہ یہ ہے کہ آئین کے پارٹ دوئم کی دفعہ ۸ کے مطابق یہ اعلان کیا گیا ہے

Laws inconsistent or in derogation of fundamental right to be void.

اب یہ واضح ہے کہ ہر مسلمان کا یہ بنیادی حق ہے کہ اس کو دین اسلام کے مطابق زندگی گذارنے کا موقع ملے اور مقدمات میں اس کے فیصلے قرآن و سنت کے مطابق کئے جائیں پس

آئین کی دفعہ ۸ کی بنیاد پر بھی قرآن و سنت کے قوانین ہر مسلمان کے لیے جاری اور ساری ہیں اور قرآن و سنت سے ہٹ کر جو بھی قوانین اگر ملک میں موجود ہوں تو وہ کالعدم ہیں۔

ہر مسلمان کے اس بنیادی حق کو تمام دنیا کے غیر مسلم ہزار سال پہلے بھی تسلیم کرتے تھے۔ ابن حوقل کے مطابق مسلمان کسی غیر مسلم ملک میں چاہے کتنی ہی اقلیت میں کیوں نہ ہوں۔ ان پر حکومت کی طرف سے ایک مسلمان حاکم مقرر ہوتا تھا جو ان کے تمام مقدمات اسلامی قوانین کے مطابق فیصل کرتا تھا اور حدود و سزاؤں کا نفاذ کرتا تھا۔

مولانا مناظر احسن گیلانی اپنی کتاب "ہزار سال پہلے" میں ابن حوقل کے حوالے سے یوں لکھتے ہیں:

لا يقبل المسلمون فى جميع هذه الضياع حكما وان يحكم عليكم الا مسلم منهم ولا يتولى حدودهم ولا يقيم عليهم شهادة الا المسلمون وان قلوا۔ (ابن حوقل ص۲۲۸)

(ان تمام علاقوں میں مسلمان کسی حکم اور فیصلہ کو اس وقت تک تسلیم کرنے پر آمادہ نہیں ہوتے جب تک کہ ان پر خود مسلمان ہی حاکم نہ ہو۔ ان پر حدود اور سزاؤں کے نفاذ کا یا ان پر شہادۃ اور گواہی دلانے کا حق مسلمانوں کے سوا کسی دوسرے کو نہیں ہے۔ خواہ اس علاقے میں مسلمانوں کی تعداد کم ہی کیوں نہ ہو۔)

جس کا مطلب اور کیا ہو سکتا ہے کہ مسلمانوں پر مسلمانوں کے سوا کسی دوسرے طبقہ کی حکمرانی کو ان علاقوں میں بھی مسلمان قبول نہیں کرتے تھے، جہاں انتہائی اقلیت میں وہ ہوتے تھے۔

درمیانی مدّت شرعی عدالت کے فیصلے کے بعد اور حکومت کے اس فیصلہ کے مطابق قانون بنانے کی درمیانی مدت کے متعلق سوال ہے کہ اس عرصہ میں کونسا قانون نافذ ہوگا؟

اس کے متعلق عرض ہے کہ اس بات پر امت کا اجماع ہے کہ قانون ساز یعنی شارع صرف

اللہ کی ذات ہے۔
قرآن میں آتا ہے :

١۔ یقولون هل لنا من الأمر من شیٔ قل إن الامر کله لله (٣-١٥٤)
یعنی وہ لوگ پوچھتے ہیں کہ کیا کوئی امر، حکم، کسی معاملہ میں فیصلہ کرنا یا کوئی کام ہمارے ہاتھ میں بھی ہے۔ پس اے نبیؐ ان کو کہہ دو کہ تمام احکام دینا فیصلے کرنا اور تمام معاملات اللہ ہی کے ہاتھ میں ہیں، حکم سارے کا سارا اسی کا چلے گا۔

٢۔ بل لله الامر جمیعا (١٣-٣١)
یعنی۔ تمام حکم اسی کا چلے گا۔

٣۔ انِ الحکمُ الا لله یقص الحق وهو خیر الفاصلین۔ (٦ : ٥٧)
حکم سوائے اللہ کے کسی کا نہیں وہ حق بات کہتا ہے اور سب سے اچھا فیصلہ کرنے والا ہے۔

٤۔ قرآن کے مطابق حضورؐ فرماتے ہیں :
ولا اقول لکم إنی مَلَكٌ إن أتَّبِعُ الاما یُوحیٰ إلیَّ (الانعام: ٥٠)
ترجمہ : میں یہ نہیں کہتا کہ میں فرشتہ ہوں میں اسی پر چلتا ہوں جو میرے پاس اللہ کا حکم آتا ہے۔

٥۔ قل انما حرّم ربّی الفواحش ما ظهرَ منها وما بطن والاثم والبغیَ بغیر الحق وان تشرِکو بالله ما لم ینزل به سلطانا وَان تقولوا علی الله ما لا تعلمونَ (٧ : ٣٣)
یعنی اے نبی کہہ دے کہ میرے رب نے حرام کیا ہے صرف بے حیائی کی باتوں کو جو ان میں کھلی ہوئی ہیں اور جو چھپی ہیں اور گناہ کو اور ناحق زیادتی کو اور اس بات کو کہ شریک کرو اللہ کا ایسی چیز جس کی سند نہیں اتاری اور اس بات کو کہ لگاؤ اللہ کے ذمہ وہ باتیں جو تم کو معلوم نہیں۔
اس آیت کی تفسیر میں تفسیر المنار میں آتا ہے۔

"اگر ہم اس آیت میں غور کریں جیسا کہ غور کرنے کا حق ہے تو حقیقت یہ ہے کہ ہم اللہ یا اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نص صریح کے بغیر کسی چیز کو اللہ کے بندوں پر حرام کر سکتے ہیں اور نہ ان پر واجب بلکہ ہمیں اس بات سے بھی اجتناب کرنا چاہیے کہ ہم یوں کہیں کہ فلاں بات دین میں پسندیدہ ہے یا مکروہ ہے جب تک کہ ہم نصوص میں سے واضح دلیل سامنے نہ لائیں۔ اکثر غافل لوگ قانون سازی پر جرأت کرتے ہیں ہم اس تفسیر میں بار بار بیان کر چکے ہیں کہ قانون سازی صرف اللہ کا حق ہے۔

جس نے قانون سازی کی طرف قدم بڑھایا تو گویا اس نے اپنے کو اللہ کا شریک سمجھ لیا اور جس نے اس قانون سازی کرنے والے کی متابعت کی گویا اس نے اسے رب بنا لیا۔ علماء صحابہ و تابعین دین کے معاملے میں رائے سے کچھ کہنے سے بچتے تھے اور فتوی دینے سے بھی بچتے تھے حتیٰ کہ اجتہاد کے موقع پر بھی فتویٰ سے گریز کرتے تھے اور ٹالتے تھے۔ تمام ممالک کے آئمہ استنباط میں توسع کا قصد کرتے تھے اور فہم کے دروازے کھولتے تھے لیکن تشریع نہیں کرتے تھے جس کا ذکر ان کے نام لگا دیا گیا ہے۔ حتیٰ کہ اگر ان میں سے کسی نے کہہ دیا کہ میں احتیاط اور ورع کی وجہ سے اسے ناپسند کرتا ہوں تو اس کے اس قول کو اس کے متبعین نے حرام بنا دیا اور اس کی یوں تفسیر شروع کر دی کہ اس کا مطلب یہ کہ اسے بالکل ترک کر دیا جائے ...... اس سلسلے میں اس آیت کی تفسیر میں ابن قیم کا بیان مدارج السالکین میں بہت عمدہ ہے جو یوں ہے :

مذکورہ آیت میں تمام محرمات میں سے جو سب سے زیادہ حرام ہے یعنی جس کی حرمت سب سے عظیم ہے۔ وہ یہ ہے کہ اللہ کی طرف کوئی قول (حکم یا قانون) منسوب کیا جائے اس وجہ سے اسے ان محرمات کے ذکر میں جو شرائع اور ادیان میں حرام ہیں۔ چوتھے مقام پر بیان کیا ہے۔ یہ کسی وقت بھی حلال نہیں ہو سکتا۔ ہر حال میں حرام ہی ہوگا۔ ان کا حال مردار، خون یا سور کے گوشت کی

مانند نہیں جو بعض مجبوریوں کی حالت میں جائز بھی ہو جاتے ہیں۔ محرمات کی دو اقسام ہیں۔ ایک وہ جو اپنی ذات کی وجہ سے حرام ہوں اور کسی حالت میں بھی حلال نہیں ہو سکتے۔ دوسری وہ اشیاء جن کی تحریم وقت کے لحاظ سے ہوتی ہے۔ بعض حالات میں حرمت باقی نہیں رہتی۔ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ: کہو کہ میرے رب نے فواحش کو حرام کیا جو ظاہر ہوں یا چھپے ہوں۔ اس کے بعد اس سے بڑی چیز کا ذکر کیا یعنی گناہ۔ اثم وغیرہ اور بغیر حق کے زیادتی کرنا اس کے بعد اس سے بڑی چیز کا ذکر کیا کہ — یہ بھی حرام ہے کہ تم اللہ کی ذات میں کسی کو شریک کرو اور ایسی بات کہو جو وحی کے مطابق نہ ہو۔ اس کے بعد اس سے عظیم چیز کی طرف متوجہ ہوئے۔ یعنی یہ کہ تم ایسی بات اللہ کے لگاؤ جس کو تم نہیں جانتے۔ پس یہ کام تمام کاموں سے زیادہ بڑی حرمت والی چیز ہے اور اس کا گناہ بھی تمام گناہوں سے بڑا ہے کیونکہ اس میں اللہ کی طرف جھوٹ بات منسوب کی جاتی ہے جو اس کے لائق نہیں۔ یہ دین میں تبدیلی ہے اور تغیر ہے"۔

کتاب اللہ و سنتِ رسول اللہ کی پابندی اور انکا سپریم قانون ہونا

حضرت عبد اللہ بن عمرؓ نے جب خلیفہ عبد الملک کی بیعت کی تو خلیفہ کے لیے قرآن و سنت کی پابندی کی شرط کے ساتھ بیعت کی (بخاری: کیف یبایع الامام الناس) (کتاب الاحکام) گویا حاکم و رعایا کے درمیان جو عہد ہوتا ہے وہ یہی ہوتا ہے کہ قرآن و سنت کی جب تک پابندی کی جائے گی اس وقت تک ہی یہ عہد قائم رہے گا۔ یہی عہد خلفائے راشدین سے بھی لیا جاتا رہا ہے۔

جو شخص حکمران بن کر یہ کہے کہ تم وحی منزلہ کی بجائے میرے بنائے ہوئے قانون کی پیروی کرو۔ تو ایسا شخص خدا اور رسول و کلمہ طیبہ کا باغی سمجھا جائے گا بلکہ حضرت ابوبکرؓ نے خلیفہ بنتے ہی اعلان کر دیا تھا کہ میں اگر اللہ و رسول کے احکامات کی خلاف ورزی کروں تو تم پر میری اطاعت

لازم نہیں۔

مغلوں کا دور حکومت مغلوں کے دور میں بھی قرآن و سنت کے نظام کو برتری رہی۔ پہلے چھ حکمرانوں میں سے کسی کو جرأت نہ ہوئی کہ کوئی قانون بنا سکے۔ بابر خود عالم تھا اور فقہ کی کتاب تصنیف کی تھی۔

عالمگیر کے دور میں فتاوئ عالمگیری سرکاری نگرانی میں مرتب ہوا۔ لیکن اس میں کسی عالم کے فتوی کو نافذ نہیں کیا گیا۔ بلکہ مختلف علماء کے فتاوی نقل کیے گئے ہیں قاضی ان میں سے اور اس کے علاوہ بھی اپنی صوابدید کے مطابق ان سے مدد حاصل کر سکتا ہے۔

مسلم لیگ کا حلف نامہ کہ ھمارا جینا مرنا، نماز، قربانی سب اللہ کے لیے ھے۔

THE PLEDGE FOR PAKISTAN

After the Resolution had been put to the vote and carried unanimously, Nawabzada Liaqat Ali Khan read out the pledge. Every member stood up during the reading. All had signed copies of the pledge; and when the reaading was finished, with a sincere, solemn Amen, every member signified his acceptance

> "In the name of Allah, the Beneficient, the Merciful, say : My prayer an my sacrifice and my living and dying are all for Allah, the Lord of the worlds." (Quran)

(P.522 ibid.

یعنی کہ میری نماز۔ عبادتیں۔ میری زندگی۔ میری موت خالص اللہ کے لیے ہے۔

علامہ اقبال کا اعلان

اقبال کا اعلان حق کہ قرآن ہمارا آئین ہے۔

علامہ اقبال کے نزدیک آئین کے بغیر چارہ نہیں اور امت کے لیے سب سے اہم چیز آئین ہی ہے مگر امت محمدیہ کا آئین قرآن ہے ۔ اس بات کو انہوں نے بار بار بیان کیا ہے۔ ان کی کتاب " اسرار و رموز " کی ایک نظم کا عنوان یہ ہے :

"در معنی این کہ نظام ملت غیر از آئین صورت نہ بندد و آئین ملت محمدیہ قرآن است"

ہمارے ملک کے جو لوگ مغرب کے ذہنی غلام ہیں ان کو معلوم ہونا چاہیے کہ قائداعظم اور ڈاکٹر اقبال مغربی قانون کے ماہر اور بیرسٹر تھے ۔

صحابہ کرام اور سلف کا نظریہ

مولانا چیراج پوری اپنی کتاب " تاریخ الامت " میں یوں لکھتے ہیں :

"خلافت در اصل دنیاوی ریاست ہے ۔ جس کی بنیاد دین پر رکھی گئی ہے خلافت راشدہ کی بنیاد کتاب و سنت پر تھی ۔ خلیفہ استنباط مسائل میں دیگر علماء و مجتہدین سے کوئی خاص امتیاز نہ رکھتا تھا[1] ۔ بلکہ اکثر خود ان سے سوال کرتا یا اپنے اجتہاد میں مدد لیتا ۔ وہ احکام دینیہ کو صرف نافذ کرنے کا مجاز تھا ۔ خلیفہ کے ہاتھ پر بیعت کرتے وقت اس سے شرط لی جاتی تھی ۔ کہ وہ کتاب و سنت پر عمل کرے گا ۔

(تاریخ الامت جلد دوئم صفحات ۲۵۷ ، ۲۵۸)

حضرت ابوبکرؓ کے اہم اعلانات اور شرائط

بیعت خلافت کے بعد حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا :

---

[1] جب خلیفہ راشد بھی استنباط مسائل میں دیگر علماء اور مجتہدین سے کوئی خاص امتیاز نہ رکھتا تھا تو بھلا قرآن و سنت اور شریعت محمدیہ سے نابلد وزراء ، صدر یا اسمبلی کے کم علم ممبروں کو قانون سازی کا حق کیسے دیا جا سکتا ہے ؟

ایها الناس فانی قد ولیت علیکم ولست بخیرکم فان احسنت فاعینونی وان اسات فقومونی، اطیعونی ما اطعت اللہ ورسولہ فاذا عصیت اللہ ورسولہ فلا طاعۃ لی علیکم انما انا مثلکم وانما أنا متبع ولست بمبتدع۔

ترجمہ: اے لوگو میں تمہارا والی بنا دیا گیا ہوں۔ مگر میں تم میں سے سب سے اچھا نہیں ہوں۔ پس جب میں اچھا کام کروں تو میری مدد کرنا اور جب میں غلطی کروں تو مجھے سیدھا کر دینا۔ میری اطاعت اسی وقت تک کرو جب تک میں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فرمانبرداری کرتا رہوں۔ اگر میں خدا اور اسکے رسولؐ کی نافرمانی کروں تو تم پر بھی میری اطاعت واجب نہیں۔ میں بھی تمہاری مانند ہی ہوں۔ میں تو صرف اتباع رسول کرنے والا ہوں۔ نئی بات نکالنے والا نہیں ہوں۔ (البدایۃ والنہایۃ لابن کثیر جلد ۶ صفحات ۳۰۱، ۳۰۳)

حضرت عمرؓ کا اعلان

مذکورہ بالا قسم کے اعلانات حضرت عمرؓ بھی کرتے رہتے تھے۔ الفاروق میں ہے: ایک دفعہ انہوں نے ممبر پر چڑھ کر کہا صاحبو، اگر میں دنیا کی طرف جھک جاؤں تو تم لوگ کیا کرو گے؟ ایک شخص وہیں کھڑا ہو گیا اور تلوار نیام سے کھینچ کر بولا کہ تمہارا سر اڑا دیں گے۔ حضرت عمر نے اس کے آزمانے کو ڈانٹ کر کہا: کیا تو میری شان میں یہ لفظ کہتا ہے۔ اس نے کہا ہاں ہاں تمہاری شان میں۔ حضرت عمرؓ نے کہا الحمد للہ قوم میں ایسے لوگ موجود ہیں کہ کج ہوں گا تو مجھ کو سیدھا کر دیں گے۔ اس واقعہ کو ابو زہرہ نے بھی اپنی کتاب "الجریمۃ والعقوبۃ" جلد اول کے صفحہ ۱۶۰ پر بیان کیا ہے۔

ایک دوسرے موقع پر آپ نے اپنی تقریر میں کہا: میں بھی تم میں سے ایک ہوں اور تمہارے ہی جیسا ہوں (کتاب الخراج لابی یوسف، ص ۲۵) فانی واحد کاحدکم۔

حضرت عثمانؓ کی بیعت

حضرت عثمانؓ کی جب بیعت ہوئی تو ان سے یہ شرط کی گئی تھی کہ وہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور شیخین کی سنت پر عمل کریں گے۔ صحیح بخاری میں ہے کہ:

فقال ابایعك علی سنة الله ورسوله والخلیفتین من بعده فبایعه عبد الرحمٰن وبایعه الناس المهاجرون والانصار والاجناد والمسلمون۔ (کتاب الاحکام صحیح البخاری)

(غرضیکہ حضرت عثمانؓ نے قرآن اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور سنت خلیفہ اول و خلیفہ ثانی پر عمل کرنے کا وعدہ کیا اور اس شرط پر عبد الرحمٰن بن عوف، مہاجرین و انصار رضی اللہ عنہم نے ان کی بیعت کی، فوج کے افسران اور عام مسلمانوں نے بھی ان ہی شرائط پر بیعت کی۔

حضرت علیؓ کی تائید

حضرت علیؓ جب خلیفہ ہوئے تو آپ نے اپنی تقریر کے شروع میں یوں فرمایا:

ایها الناس بایعتمونی علی ما بویع من کان قبلی۔ یعنی آپ لوگوں نے میری بیعت ان ہی شرائط پر مشروط کی ہے جن پر مجھ سے پہلے خلفاء سے کی تھی۔ (الاخبار الطوال لابی حنیفة الدینوری صفحہ ۱۴۰)۔ نہج البلاغۃ میں ہے کہ حضرت علیؓ نے فرمایا:

انما بدء وقوع الفتن تتبع واحکام تبتدع تخالف فیها کتاب الله ویتولی علیها رجال رجالاً علی غیر دین الله (نہج البلاغۃ مترجم ص ۲۴۲)

ترجمہ: بلاشبہ فتنہ و فساد کے وقوع کا آغاز ایسی خواہشات نفسانی سے ہوتا ہے جن کی پیروی کی جاتی ہے، نیز اس کی ابتداء ایسے خود ساختہ احکام سے ہوتی ہے جو اللہ کی کتاب کے خلاف ہوتے ہیں اور اللہ کے دین کے اصولوں کے خلاف انسانوں پر انسان مسلط ہو جاتے ہیں۔

اس روایت کی شرح میں شارحین لکھتے ہیں کہ واجب الاطاعت اللہ کی ذات ہے یا پھر ان لوگوں کی اطاعت کی جائے گی جو کتاب اللہ کی روشنی میں احکام صادر فرمائیں، لیکن لوگ ہیں

کہ ایسے لوگوں کو اولی الامر بنا لیتے ہیں جو شرع محمدی سے مس نہیں رکھتے۔ لہٰذا فتنہ وفساد پیدا ہونے لگتا ہے۔

مذکورہ بالا روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ شیعہ اور سنی دونوں ہی اس پر متفق ہیں کہ ہمارے روسا، واحکام ایسے ہونے چاہئیں جو شرع محمدی سے بخوبی واقف ہوں اور قرآن کی روشنی میں احکامات صادر کریں۔ آج کل ملک میں جس قدر فتنہ و فساد اور بے چینی پائی جاتی ہے اس کی وجہ فقط یہی ہے کہ قرآنی دستور کی جگہ ہم نے اپنا دستور ملک میں نافذ کر رکھا ہے۔

حضرت علیؓ ایسے مفتیوں کے متعلق جو قرآن وسنت کے مطابق فتوے دینے کے بجائے اپنی رائے پر عمل کرتے تھے یوں فرماتے ہیں:

ام انزل اللّٰہ سبحانہ دینا ناقصا فاستعان بھم اتمامہ؟ ام کانوا شرکاء لہ فلھم ان یقولوا وعلیہ ان یرضی؟ ام انزل اللّٰہ سبحانہ دینا تاما فقصر الرسول (صلی اللّٰہ علیہ والہ وسلم) عن تبلیغہ واداثہ؟ واللّٰہ سبحانہ یقول ما فرطنا فی الکتاب من شئ وقال فیہ: تبیانا لکل شیء؟ (نہج البلاغہ مترجم ص ۱۶۸۰)

ترجمہ: یا پھر یہ بات ہے کہ اللہ سبحانہ نے (نعوذ باللہ) اپنا دین ناقص اتارا تھا اور اب (وہ) ان لوگوں سے طلب گار ہے کہ وہ دین کو مکمل کریں۔ یا یہ خدا کے شریک ہیں کہ جو چاہیں کہیں اور خدا کا فرض ہے کہ وہ ان (رائے سے فتوے دینے والوں اور قانون سازوں) کے کہنے پر راضی ہو جائے؟ یا پھر (ایسا تو نہیں کہ) خدا نے دین تو مکمل نازل کیا تھا مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نعوذ باللہ اس کی تبلیغ وتشریح میں کوتاہی کی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ کتاب میں ہم نے کوئی فروگزاشت نہیں کی پھر فرمایا کہ قرآن میں ہر چیز کا بیان موجود ہے۔ (النحل ۸۹)
(نہج البلاغہ صفحہ ۱۶۸، ۱۶۹)

(قائد اعظم، نواب بہادر یار جنگ اور علامہ اقبال نے قرآن کو آئین تسلیم کیا) مذکورہ بالا بیانات سے قارئین کرام پر واضح ہو گیا ہو گا۔ کہ قائد اعظم اور نواب بہادر یار جنگ نے یہ کیوں فرمایا تھا کہ مسلمانوں کو حکومت کا آئین اور قانون بنانے کا حق نہیں ہے۔ قرآن ہمارا آئین ہے اور ڈاکٹر اقبال نے کس لیے اپنی نظم کا یہ عنوان رکھا کہ امت محمدیہ کا آئین قرآن ہے۔ لہٰذا ہر مسلمان کا چاہیے وہ

شیعہ ہو یا سنی فرض ہے کہ وہ قرآن کو - SUPRA CONSTITUTIONAL دستاویز کی حیثیت سے تسلیم کرے ۔ اگر وہ قرآن کو یہ حیثیت دینے کو تیار نہیں تو دنیا کا ہر شخص یہی کہے گا کہ ایسا شخص قرآن کا منکر ہے اور قرآن کا منکر کون ہوتا ہے یہ آپ جانتے ہی ہیں۔

صحیح بخاری "کتاب الاحکام" میں حضورؐ کے اقوال موجود ہیں۔ جن میں حکومت کے احکام کو معروف اور کتاب و سنت کے مطابق ہونے سے مشروط کیا ہے۔ ایک حدیث کے آخری الفاظ یہ ہیں :

فاذا امر بمعصیۃ فلا سمع ولا طاعۃ۔ یعنی جب معصیت کا حکم دیا جائے تو ایسے حکم کو نہ تو سنا جائے اور نہ اس پر عمل کیا جائے ۔

لہٰذا ثابت ہوا کہ اسلامی حکومت اپنے ملازموں سے اگر یہ امید رکھے کہ وہ خلاف قرآن و سنت احکامات میں بھی اس کی اطاعت کریں۔ تو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کی خلاف ورزی کرتی ہے۔ (بقول رسل ،چودھویں صدی کے احمق و متعصب حکام) کو اس بات کا اختیار کیسے دیا جا سکتا ہے کہ ان کا بنایا ہوا قانون یا آئین قرآنی آیات اور انکے احکامات سے برتر سمجھا جائے اور اس سے قرآنی آیات اور احکامات پر عمل منسوخ ہو جائے یہ تو قرآن کی آیات کو منسوخ کرنے کے مترادف ہوگا ۔

صحیح بخاری باب کیف یبایع الامام الناس میں روایت موجود ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے خلیفہ عبدالملک کی بیعت بذریعہ خط کی تھی اور اس میں یہ شرط رکھی تھی کہ بیعت اللہ کے حکم اور رسول کی سنت پر عمل کے ساتھ مشروط ہے ۔

جیسا کہ سید قطب وغیرہ نے لکھا ہے ایک مسلمان کے لیے کلمہ طیبہ پر ایمان لانے کے بعد نہ خدا کے سوا کسی کا قانون ہوتا ہے نہ کسی کی حاکمیت ہوتی ہے ۔ دوسرے کی حاکمیت چاہے وہ عوام ہوں کفر و شرک ہے ۔ علامہ اقبال فرماتے ہیں :

ع حکمراں ہے اک وہی باقی بتان آذری

حکمران یعنی خلیفہ الماوردی وغیرہ کے نزدیک خدا کا نہیں بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خلیفہ ہوتا ہے اور خلیفہ کا کام یہی ہے کہ وہ سنت کے حکم سے سر مو تجاوز نہ کرے پھر

قلقشندی لکھتے ہیں کہ ہر خلیفہ کا ایک لقب ہوتا رہا ہے۔ یعنی عبداللہ۔ خدا کا غلام۔ غلام بھلا مالک کے حکم سے کیسے تجاوز کر سکتا ہے۔ قلقشندی کے بقول سب سے پہلے جس خلیفہ نے یہ لقب اختیار کیا وہ حضرت عمرؓ بن خطاب تھے۔ پھر قلقشندی کے دور تک سب خلیفہ اس لقب کو خط وکتابت وغیرہ میں لازماً لکھا کرتے تھے۔ حتیٰ کہ ہم دیکھتے ہیں کہ مامون کا نام عبداللہ تھا۔ اس لیے وہ دوبار عبداللہ کا لفظ اپنے خطوط میں لکھا کرتا تھا۔ وہ اپنے خطوط میں یوں لکھا کرتا تھا۔

من عبداللہ عبداللہ بن ہارون

(قلقشندی: مآثر الانافۃ فی معالم الخلافۃ: ۱: ۲۰)

خلیفہ کے فرائض میں وہ احکام الٰہی کی تنفیذ اور اقامۃ الحدود اور لوگوں کے جان و مال کی حفاظت بھی شامل کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ حکمران کا فرض ہے کہ وہ خود عوام کے امور کی نگرانی کرے اور اس سلسلے میں وہ اپنے والیوں اور عمال پر اعتماد نہ کرے کیونکہ امین بھی خیانت کر جاتا ہے اور ناصح بھی دھوکہ دے سکتا ہے۔ تاریخ میں ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت عمرؓ ہارون رشید سے لے کر ہندوستان میں جہانگیر تک تمام حکمران آدھی رات گشت کر کے عوام کی نگرانی کرتے تھے۔ حضرت عمرؓ اور بعض دوسرے قاضی بازاروں میں لوگوں کے فیصلے کر دیتے تھے۔

اللہ و رسولؐ کی اطاعت

اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کا ذکر قرآن میں بار بار اس کثرت سے ہے اس کا احاطہ کرنا بہت مشکل کام ہے۔ اولی الامر کی اطاعت کا قرآن میں صرف ایک مرتبہ ذکر ہے[1] وہ بھی اللہ تعالیٰ اور رسولؐ کے ذیلی طور پر نہ کہ مستقل طور پر۔ مگر رسولؐ کی اطاعت کا صرف ایک سورۃ میں ہی آٹھ جگہ پر ذکر ہے۔ سورۃ الشعراء ملاحظہ ہو:

(۱) انی لکم رسول امین فاتقوا اللہ و اطیعون (۱۰۸)

میں امین رسول ہوں پس اللہ سے ڈرو اور میرا کہا مانو۔

(۲) فاتقوا اللہ و اطیعون (۱۱۰)

---

[1] دوسرے مقام پر استنباط کے طور پر ذکر ہے۔ اس کا حوالہ گزر چکا ہے۔

پس اللہ سے ڈرو اور میرا کہا مانو۔

(۳) انی رسول اللہ ۔ فاتقوا اللہ واطیعون (۱۲۵ - ۱۲۶)

(۴) فاتقوا اللہ وَاطیعون (۱۳۱)

(۵) انی لکم رسول امین فاتقوا اللہ واطیعون (۱۴۳-۱۴۴)

میں تمہارا امانت دار رسول ہوں پس اللہ سے ڈرو اور میرا کہا مانو۔

(۶) انی لکم رسول امین فاتقوا اللہ و اطیعون (۱۶۳)

(۷) انی لکم رسول امین فاتقوا اللہ واطیعون (۱۷۸)

(۸) فاتقوا اللہ واطیعون (۱۵۰)

اس کے علاوہ دوسری سورتوں میں بھی ان ہی الفاظ یا ملتے جلتے الفاظ سے بار بار رسول ؐ کی اطاعت کا ذکر ملتا ہے ۔ چند مثالیں ملاحظہ ہوں :

۱ ۔ وجئتکم بٰایۃٍ من ربکم فاتقوا اللہ واطیعون (۲ - ۵۰)

۲ ۔ قد جئتکم بالحکمۃ ولا بین لکم بعض الذی تختلفون فیہ فاتقوا اللہ واطیعون (۴۲ - ۶۲)

یعنی میں تمہارے پاس حکمت لے کر آیا ہوں اور یہ کہ میں ان بعض باتوں کو بیان کر دوں جن میں تم اختلاف کرتے ہو۔ پس اللہ سے ڈرو اور میرا کہا مانو۔

اللہ نے قرآن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے فرمایا ہے :

قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ ویغفر لکم ذنوبکم (آل عمران : ۳۱)

یعنی اے محمد ؐ ان لوگوں سے کہدو کہ اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو۔ اللہ بھی تم سے محبت کرے گا اور (مزید یہ کہ) تمہارے گناہ بھی معاف کر دے گا۔

یہاں رسول کی پیروی یعنی ان کی سنت کی پیروی پر دو انعامات کا اللہ تعالیٰ وعدہ کر رہے ہیں

۱ ۔ ان سے محبت کرنا شروع کر دے گا۔

۲۔ ان کے گناہ بھی معاف کر دے گا۔ اب بتائیے۔ اولی الامر یا پارلیمنٹ کی پیروی کا ذکر تو قرآن میں کہیں نہیں ہے۔ البتہ ذیلی طور پر حکم ماننے کا تذکرہ ضمناً آگیا ہے لیکن اس جگہ یا کہیں اور بھی قرآن یا حدیث میں کہیں نہیں ہے کہ پارلیمنٹ کی پیروی کرو۔ پھر نہ ہی کہیں رسول کے سوا کسی کی پیروی پر اللہ کی محبت یا گناہ کی معافی کا ذکر ہے فافہم

مرنے کے بعد لوگوں کی حسرت

مرنے کے بعد آخرت میں کوئی گنہگار یوں نہیں حسرت کرے گا کہ کاش میں پارلیمنٹ یا صدر یا وزیر اعظم کا کہنا مان لیتا۔ بلکہ یہ گنہگار صرف یہی حسرت کریں گے کہ کاش ہم اللہ اور اسکے رسول کی اطاعت کرتے!

یوم تقلب وجوههم فی النار یقولون یا لیتنا اطعنا اللہ و اطعنا الرسولا ۔ وقالوا ربنا انا اطعنا سادتنا وکبراءنا فاضلونا السبیلا۔ ربنا اٰتهم ضعفین من العذاب والعنهم لعناً کبیراً (الاحزاب: ۶۶ سے ۶۸)

یعنی جس روز ان کے چہرے دوزخ میں الٹ پلٹ کئے جائیں گے یوں کہتے ہوں گے۔ اے کاش ہم نے اللہ کی فرمانبرداری کی ہوتی اور ہم نے اس کے رسول کی فرمانبرداری کی ہوتی اور کہیں گے کہ اے ہمارے رب ہم نے اپنے لیڈروں اور بڑے لوگوں کا کہنا مانا تھا۔ سو انہوں نے ہم کو (سیدھے) راستے سے گمراہ کیا تھا۔ اے ہمارے رب ان کو دوگنی سزا دیجئے اور ان پر بڑی لعنت کیجئے۔

اب دیکھیے دوزخیوں کا اللہ کے احکامات نہ ماننے اور رسول ﷺ کے احکامات نہ ماننے کی حسرت ہوگی کیونکہ ان دونوں نافرمانی پر ہی دوزخ میں جانا پڑا۔ رہے لیڈر۔ پارلیمنٹ کے ممبر نام نہاد دانشور تو ان کے متعلق دوزخی یہی گلہ کریں گے کہ ان لوگوں نے ہم کو صحیح راستے سے گمراہ کیا پس ان کو عذاب بھی دوگنا دے اور ان پر لعنت بھی عظیم تر نازل کر۔

پس اگر ہم اس حسرت سے بچنا چاہتے ہیں تو ہم کو لیڈروں کی بجائے ہر محکمہ اور ہر مقام پر

قرآن و سنت کی پیروی کرنی چاہیے۔

من یطع الرسول فقد اطاع اللہ (۴ : ۸۰)

یعنی جس نے رسولؐ کی اطاعت کی پس اس نے اللہ کی اطاعت کی۔

قرآن میں کہیں بھی اس کا اشارہ تک نہیں کہ جس نے پارلیمنٹ کی اطاعت کی تو گویا اس نے اللہ کی اطاعت کی بلکہ دنیاوی دانشوروں نام نہاد لیڈروں اور اکثریت کی اطاعت سے محض اکثریت کی بنا پر عمل کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ چنانچہ قرآنی حکم ملاحظہ ہو:

(۱) وان تطع اکثر من فی الارض یضلوک عن سبیل اللہ۔

(الانعام : ۱۱۶)

یعنی۔ اور اگر تو زمین میں بسنے والے لوگوں کی اکثریت کی پیروی یا اطاعت کرے گا تو یہ لوگ تجھے اللہ کی راہ سے گمراہ کر دیں گے۔

کسی بڑے لیڈر اور رسول کی اطاعت کا فرق

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اور کسی بڑے سے بڑے لیڈر اور دانشور کی اطاعت کو برابر بھی قرار نہیں دیا جا سکتا کجا یہ کہ پارلیمنٹ کے فیصلہ یا عوام کی رائے کو رسولِ خدا کی اطاعت پر فوقیت دی جائے۔ لیڈر مع پارلیمنٹ اور رسولِ خدا کی اطاعت کے فرق کی بنا پر پچھلی قومیں اور ان کے لیڈر رسولوں کی بے چون و چرا اطاعت سے یوں کہ کر رد کرتے تھے کہ

فقال الملاء الذین کفروا من قومہ ما ھذا الا بشر مثلکم یرید ان یتفضل علیکم ولو شاء اللہ لانزل علیکم ملائکۃ ......

(المومنون : ۲۴)

یعنی۔ پس نوح کی یہ بات سنکر ان کی قوم میں جو کافر تھے۔ سردار بڑے لوگ تھے وہ عوام سے کہنے لگے کہ یہ شخص بجز اسکے کہ تمہاری طرح کا ایک آدمی ہے اور کچھ نہیں۔ اس دعویٰ سے اس کا مطلب یہ ہے کہ تم سے برتر ہو کر رہے اور اللہ کو رسول بھیجنا ہوتا تو فرشتوں کو بھیجتا ....

ما هذا الا بشرٌ مّثلکم یاکل مما تاکلون منه ویشرب مما تشربون ولئن اطعتم بشرا مّثلکم انکم اذاً لخاسرون۔

(المومنون : ۳۳ - ۳۴)

یعنی نہیں ہے یہ آدمی مگر مانند تمہاری جو وہی کچھ کھاتا ہے جو تم کھاتے ہو اور وہی پیتا ہے جو تم پیتے ہو اور اگر تم اپنے ہی مانند ایک آدمی کی کے کہنے پر چلنے لگو گے تو بیشک تم (عقل کے) گھاٹے میں ہو۔ یعنی بڑی بیوقوفی ہے[1]

ایسے لوگوں کے جواب میں اللہ تعالیٰ اپنی نبیؐ کو یوں جواب دینے کا حکم فرماتے ہیں:

قل انما أنا بشر مثلکم یوحی الیّ (فصلت : ٦)

یعنی تم کہہ دو کہ بیشک، میں آدمی ہوں تمہاری مانند مگر میرے پاس وحی آتی ہے۔

پس کسی ملک کے صدر، وزیر اعظم یا پارلیمنٹ میں ایک بڑا فرق یہ ہے کہ نبی کے پاس وحی آتی ہے اور ان میں سے کسی لیڈر کے پاس وحی نہیں آتی چاہیے وزیر اعظم ہوں یا پارلیمنٹ کا سپیکر یا سینٹ کا چیئرمین۔

بات یہ ہے کہ حضور علیہ الصّلاۃ والسلام کے تمام افعال واقوال اللہ تعالیٰ کی نگرانی اور ہدایات میں ہوتے تھے۔ بعض معاملات کا فیصلہ کرنے کے لیے آپ وحی کا انتظار بھی کیا کرتے تھے مثلاً ہجرت کس مقام کی طرف کی جائے اس میں جناب اقدسؐ نے وحی کا انتظار کیا تھا اسی طرح جب ایک صحابیؓ نے اپنی بیوی کو کہہ دیا کہ تو میرے لیے ایسی ہے جیسی میری ماں کی پیٹھ۔ تو اس کے لیے بھی آپ نے وحی کا انتظار کیا تھا اور فیصلہ اس مسئلہ کا آسمان سے نازل ہوا تھا۔ روزمرّہ کے معاملات میں بھی اگر کوئی بات اللہ تعالیٰ کو پسند نہ ہوتی تو فوراً وحی نازل ہو جاتی۔ جب واقع افک کے سلسلہ میں حضرت مسطحؓ سے حضرت ابو بکرؓ ناراض ہو گئے تھے اور ان کی مالی امداد بند کر دی تو اس سلسلہ میں بھی وحی نازل ہوئی کیونکہ حضرت ابو بکرؓ نے قسم کھائی تھی کہ اب میں ان کو مالی امداد نہ دوں گا۔

---

[1] مولانا اشرف علی تھانویؒ کا ترجمہ ہمارے پیش نظر ہے۔

ولا یاتل اولوا الفضل منکم والسعۃ ان یؤتوا اولی القربی والمساکین والمہاجرین فی سبیل اللہ ولیعفوا ولیصفحوا الا تحبون ان یغفر اللہ لکم واللہ غفور رحیم (النور: ۲۲)

یعنی جو لوگ تم میں سے (دینی) بزرگی اور (دنیوی) وسعت والے ہیں وہ اہل قرابت اور مساکین کو اللہ کی راہ میں ہجرت کرنے والوں کو مدد دینے سے قسم نہ کھا بیٹھیں اور چاہیے کہ معاف کر دیں اور درگذر کریں۔ کیا تم یہ بات نہیں چاہتے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے قصور معاف کر دے بے شک اللہ تعالیٰ غفور اور رحیم ہے۔

اس آیت کے اترنے کے بعد حضرت ابوبکرؓ نے مسطح کی مالی امداد پھر جاری کر دی۔ یاد رہے کہ حضرت مسطح کی والدہ حضرت ابوبکرؓ کی خالہ زاد بہن تھیں۔ (اضواء البیان فی ایضاح القرآن بالقرآن: ۶: ۱۵۹ مطبوعہ بیروت)

گویا حضور علیہ الصلاۃ والسلام کی زندگی میں نہ صرف حضور علیہ الصلاۃ والسلام بلکہ صحابہ کرام تک کی نگرانی اللہ تعالیٰ کی طرف سے کی جاتی تھی اور اگر کسی صحابی سے کوئی فروگذاشت ہو جاتی تو فوراً تنبیہ یا ہدایت آسمان سے نازل ہوتی۔ اور اچھے اعمال پر تحسین بھی نازل ہوتی۔ اس کی کثیر مثالیں[1] ہمیں سیرت النبی میں ملتی ہیں جن کا بیان طوالت کا باعث ہوگا مقصود صرف اس نکتہ کی وضاحت تھی کہ سنت اور حدیث میں جو فیصلہ مل جائے اس پر عمل کرنا واجب ہے اسی طرح جس طرح قرآن پر عمل واجب ہے اور بعد کی کوئی پارلیمنٹ اس فیصلہ کو تبدیل کرنے کا حق نہیں رکھتی اور اس فیصلہ کے مطابق ہم اطمینان سے عمل کر سکتے ہیں۔

رسول کی اطاعت کی مستقل اور عظیم اہمیت

ہم بیان کر چکے ہیں کہ اکثر جگہ جہاں اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اپنی اطاعت کا ذکر کیا ہے وہیں

---

[1] مثلاً جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارادہ کر لیا کہ آئندہ میں شہد نہ کھاؤں گا تو اس سلسلے میں بھی وحی آئی تھی یہ قصہ مشہور ہے۔ دہرانے کی ضرورت نہیں۔

الگ سے فعل امر کے ساتھ مستقل طور پر رسول کی اطاعت کا بھی حکم دیا ہے اور اس اطاعت کی مستقل حیثیت واضح کرنے کے لیے دوبارہ فعل امر کو لائے ہیں۔

مزید ایک مقام پر صاف طور سے واضح اعلان کر دیا ہے کہ جس نے رسول کی اطاعت کی پس اس نے ہماری اطاعت کی۔

پھر رسول کی اطاعت کی مستقل اہمیت واضح کرنے کے لیے اور بتلانے کے لیے ان کے اس دنیا سے چلے جانے کے بعد بھی رسول کی اطاعت کی حیثیت اسی طرح مستقل رہے گی ایک مقام پر صرف رسول کی اطاعت کا حکم دیا مگر اس مقام پر اپنا ذکر نہیں کیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

واقیموا الصلاۃ واٰتوا الزکاۃ واطیعوا الرسول لعلکم ترحمون۔

(النور: ۵۶)

یعنی اے مسلمانوں نماز کی پابندی رکھو اور زکوٰۃ دیا کرو اور رسول کی اطاعت کیا کرو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔

اس آیت سے ثابت ہوگیا کہ جس طرح نماز اور زکوٰۃ کا حکم قیامت تک کے لیے ہے اسی طرح رسول کی اطاعت کا مستقل حکم بھی قیامت تک کے لیے ہے۔

دراصل حدیث قرآن کی شرح اور تفسیر ہے۔ خود اللہ تعالیٰ نے حضورؐ کو حکم دیا کہ

وانزلنا الیک الذکر لتبین للناس ما نزل الیھم (النحل: ۴۴)

یعنی ہم نے اتارا تیری طرف ذکر کو تو بیان کرے (تشریح کرے) اس چیز کو جو انکی طرف اتاری گئی ہے۔

اسی تشریح کی بھی بہت سی مثالیں ملتی ہیں۔ مثلاً حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے بتایا کہ فلاں مقام پر ظلم کے معنی شرک کے ہیں۔

ولم یلبسوا ایمانھم بظلم۔ (الانعام: ۸۲)

اور انہوں نے ایمان کے ساتھ ظلم کا التباس نہیں کیا۔

اسی طرح واضح ہوگیا کہ سورۃ المدثر آیت ۴۷ میں۔ حتی اتانا الیقین میں یقین سے مراد موت ہے۔ وھلم جرا

اگر حدیث سے صرف نظر کر لیا جائے تو بقول علامہ اقبال

ہے کس کی یہ جرأت کہ مسلمان کو ٹوکے
حریت افکار کی نعمت ہے خدا داد
قرآن کو بازیچہ اطفال بنا کر
چاہے تو خود اک تازہ شریعت کرے ایجاد

کبھی عشق کی آگ اندھیر ہے مسلمان نہیں راکھ کا ڈھیر ہے

علامہ اقبال حضرت بایزید بسطامی کی اس بنا پر تعریف کرتے ہیں کہ انہوں نے خربوزہ کھانے سے محض اس بنا پر اجتناب کیا کہ انہیں معلوم نہ تھا کہ نبی کریم نے یہ پھل کس طرح کھایا۔ اسی تقلید کامل کا نام عشق ہے۔ (کلیات اقبال ص ۲۲)

کامل بسطام در تقلید فرد اجتناب از خوردن خربوزہ کرد
عاشقی؟ محکم سراز تقلید یار تا کمند تو شود یزداں شکار

یہاں تقلید سے مطلب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تقلید ہے کسی خاص امام کی تقلید نہیں۔ علامہ اقبال نے اپنے وصیت نامہ میں وضاحت کر دی تھی کہ عملی طور پہ وہ امام ابوحنیفہ کے مقلد ہیں مگر نظریاتی طور پہ کسی خاص امام کے مقلد نہیں۔

ویسے امام شافعی اور امام مالک کی تعریف و توصیف میں بھی انہوں نے نظمیں لکھی ہیں۔ امام مالک کو رضی اللہ عنہ لکھا ہے (ص ۱۵۹ کلیات)

علامہ کے نزدیک سنت کو چھوڑنے کا مطلب قوم کی زندگی کو ختم کرنا ہے۔

در شریعت معنی دیگر مجو غیر ضو در باطن گوہر مجو
تا شعار مصطفٰے از دست رفت قوم را رمز بقا از دست رفت